عذر

بابو حافظ محمد فضل احمد صاحب گجراتی پنجابی سٹور کیپر چھاؤنی سیالکوٹ جو ایک صالح اور صاحب ایثار مسلمان ہیں۔ یہ ایثار کا مضمون ان سے مناسبت رکھتا ہے۔ لہذا انہیں کے نام پر معنون کیا گیا ہے ۔

خاکسار

امام الدین عفی عنہ

بعض اشعار فارسی اس رسالہ میں منقول ہیں اس قابل تھے کہ ان کا ترجمہ بھی دیا جاوے کیونکہ ایسی دنوں فارسی زبان کی کساد بازاری نے فارسی سمجھنے والوں کی بہت ہی کمی کر دی ہے۔ مگر مترجم کی بیماری اور جگہ کی قلت کے باعث یہ امر انجام پذیر نہ ہوا۔ احمد یار مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

ایثار
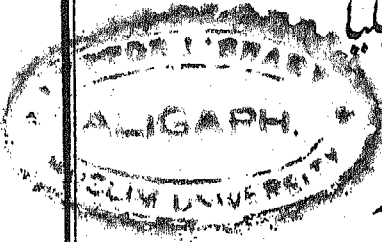
ایثار عربی زبان کا ایک لفظ ہے جس کے معنی عطا دادن - افزودن - پیش داشتن - حظِ دیگرے بر حظِ خود اختیار نمودن - اور برگزیدن کے ہیں - اور اصطلاح میں دوسرے بھائیوں کے مقصود کو اپنے ذاتی مطالب پر مقدّم رکھنا ؁

حدیث شریف میں وارد ہے :-

اَلشَّرِیْفُ مَنْ تَطَوَّلَ وَ اٰثَرَ - شریف وہ ہے جو بخشش کرے اور ایثار کرے ؁

کسی شیخ سے لوگوں نے پوچھا - کہ تصوف کی کیا حقیقت ہے - اس نے جواب دیا - کہ

مرادِ خاطرِ یاراں بر مصالحِ خویش مقدّم داشتن -
و برادر کہ در بندِ خویش است نہ برادر نہ خویش است -

یہ ایسی پاکیزہ خصلت ہے کہ جس کا فیض تا ابد جاری رہتا ہے - اس لئے انسان کا فرض ہے کہ اس طاقت سے کام لے ؁

حکایت - ایک بڈھا آدمی زیتون کا درخت لگا رہا تھا - نوشیروان عادل نے خوش طبعی سے پوچھا - کہ یہ درخت دیر کے بعد پھل لاتا ہے - اور تو جلدی قضا کرنے والا بڈھا ہے - اُس نے جواب دیا - کہ "بادشاہ سلامت" پہلوں کے لگائے ہوئے درختوں کے پھل ہم کھا رہے ہیں - تو ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم آیندہ نسلوں کے فایدہ کے لئے

درخت لگائیں۔ تاکہ یہ سلسلۂ ایثار جاری رہے ۔

جو لوگ قرآن مجید پر تدبّر کرتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ اُس پاک کلام کا نصف سے زیادہ حصّہ **ایثار** اور اُس کے مُرادف الفاظ صدقات۔ خیرات احسان۔ جہاد وغیرہ کے بیانات سے پُر ہے۔ پس **ایثار** مسلمانوں کا بیش قیمت خلعت اور زرّیں تمغا ہے جو اُس واہب العطایا کے حضور سے اُنکو عطا ہوا ہے

وَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَ اللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

بہت سی حسنات و برکات میں سے جو اسلام میں رکھی گئی ہیں۔ یہ صفت ان میں بمنزلہ رُوح رواں ہے۔ اور اسی کی بدولت اسلام کا نازک پودہ نشوونما پاکر ایک تنا ور درخت بن گیا۔ جس کی شاخیں طوبےٰ کے درخت کی مانند تمام رُوئے زمین پر پھیل گئیں۔ جن کے سایہ تلے کروڑوں مخلوقات خدا آرام پا رہی ہے۔ اور باقی رہے گی تا ابد۔ انشاء اللہ تعالےٰ ۔

جاپان کی سلطنت کی وہ زندہ مثال جو قلعہ بندرگاہ آرتھر کے فتح کرتے وقت دیکھنے سُننے میں آئی۔ بیشک اُس ملک کے باشندوں کے لئے ایثار کی قابل فخر مثال ہے۔ لیکن اسلامی تواریخ کے زرّین صفحوں پر ایسی ہزاروں مثالیں پڑھی جاتی ہیں۔ جو بمقابلہ ملک عرب۔ شام۔ مصر۔ ایران ہندوستان۔ ہسپانیہ وغیرہ واقع ہوئیں۔ جن میں سے چند ایک کا ذکر اپنے موقع اور محل پر ہوگا۔ الحال ہمیں قرآن مجید کی مفصلۃ الذیل آیت کریمہ پر تدبّر کرنا ہے۔ قولہ تعالےٰ

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ	اور فے کا مال اُن لوگوں کے ہے جنہوں نے دار اسلام میں جگہ پائی۔ اور مہاجرین سے پہلے ایمان سے حصّہ لیا۔ اور جو شخص اپنا عزیز وطن اسلام کی خاطر چھوڑ کر آتا ہے اُس سے از حد محبّت کرتے ہیں۔ ا

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (سورہ حشر آیت ۹) جو کچھ مہاجرین کو دیا جاوے۔ اس سے اپنے دل میں خلش نہیں پاتے اور مہاجرین کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں۔ اگرچہ خود بذاتہ ان کو کیسی ہی احتیاج ہو اور جس نے اپنی جان کو نفس کی تنگی سے بچایا۔ تو ایسے ہی لوگ رستگار ہیں +

حضرات! اس آیت کریمہ میں جماعت انصار کے ایثار کا بیان ہے اور مناسب ہے کہ ذرہ واضح طور پر اس کو عرض کروں +

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے۔ تو اُس وقت مسلمان دو قسموں میں منقسم کئے گئے (۱) وہ فدایان اسلام جو مکّہ اور دیگر شہروں اور مواضع سے ہجرت کرکے مدینہ میں آتے تھے۔ ان کو مہاجرین کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ (۲) جو مدینہ شریف کے اصلی باشندے تھے۔ وہ انصار کے لقب سے ملقّب تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو طلب فرما کر اُن میں اور مہاجرین میں برادری قایم کردی تھی اور جو مہاجر جس انصار کا بھائی بن جاتا تھا۔ وہ انصاری اُس کو اپنی جایداد مال اسباب نقد وجنس وغیرہ آدھا آدھا بانٹ دیتا تھا۔ اس طرح پر تمام انصار و مہاجرین آپس میں بھائی بھائی بن گئے تھے +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارک تھی کہ جس حیثیت کا مہاجر ہوتا تھا۔ اُسی حیثیت کے انصار کے سپرد کرتے تھے۔ یعنی اگر کسی امیر ورئیس شخص نے ہجرت کی تھی۔ تو اس کو کسی امیر ومتموّل کے اور متوسط الحال کو اسی رتبہ کے انصار کے ساتھ علیٰ ہذا القیاس۔ اور مہاجرین جماعت انصار کے گھروں میں رہتے سہتے تھے +

مثال اول۔ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جماعت انصار کو اپنے پاس بلا کر ارشاد فرمایا۔ کہ اگر تم چاہتے ہو۔ تو یہ مال واسباب جو قبیلہ بنی نضیر کا ملا ہے تم سب میں تقسیم کر دیا جاوے۔ اور مہاجر لوگ بدستور سابق تمہارے گھروں میں گزارہ کریں۔ اور اگر تم رضامند ہو تو یہ سب مال مہاجرین

میں تقسیم کر دیا جاوے - تاکہ وہ تمہارے مکانوں سے علیحدہ ہوکر اپنے نئے گھر بسائیں ؟
سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ جو مدینہ شریف کے جلیل القدر انصار تھے دونوں نے کھڑے ہوکر عرض کی۔ " اے خدا کے رسول" ہمارا دل یہ چاہتا ہے کہ یہ سب مال و اسباب آپ جماعت مہاجرین میں تقسیم کر دیں۔ اور وہ بدستور سابق ہمارے گھروں میں رہیں۔ کیونکہ جو نور و برکت ہمارے گھروں میں ہے محض انہیں کی بدولت ہے +

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مہاجر کو کسی شخص نے ایک بکری کی سری تحفۃً نذر کی۔ اُس نے اپنے دل میں یہ سوچ کر کہ میرا تو کسی نہ کسی طرح سے گذرا ہو ہی جاویگا۔ اپنے ہمسایہ کو دیدی اور یہ سلسلہ جاری رہا تا بحدیکہ نو شخصوں میں سے یکے بعد دیگرے پھر پھرا کر پھر اُسی شخص کے پاس آگئی۔ سچ ہے اُن بزرگان اسلام کی خوراک خداوند تعالیٰ کی عبادت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تھی۔ نہ تن پروری۔ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

توانائے تن مداں از خورش ۔۔۔ کہ لطف حقت مے دہد پرورش [۱]

(۳) ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں مہمان آیا۔ آپ نے اُس کے لئے گھر سے کھانا طلب کیا۔ لیکن اہل بیت سے جواب آیا کہ اس وقت سوائے پانی کے گھر میں کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حاشیہ نشینوں کو اشارہ کیا کہ آپ لوگوں میں سے کوئی شخص اس مہمان کو اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلاوے۔ ایک صحابی نے منظور کیا۔ اور اُس مہمان کو اپنے مکان میں لے گیا۔ اور اپنی بی بی کو کہا کہ کچھ کھانا ہے تو مہمان کے لئے تیار کر۔ لیکن بی بی نے جواب دیا کہ سوا بچوں کی خوراک کے ہمارے گھر میں کچھ موجود نہیں ہے۔ انصاری موصوف نے کہا۔ کہ ماحضر تیار کر اور بچوں کو تھپک کر سُلا دے۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ اور مہمان کے سامنے کھانا رکھ دیا۔ اور بتی بڑھانے کے حیلہ سے چراغ گل کر دیا تاکہ مہمان

[۱] بدن کی قوت کھانے پینے سے ہی مت سمجھ۔ بلکہ خدا کا لطف تجھ کو پرورش کر رہا ہے + احمد

جان لے - کہ یہ بھی کھاتے ہیں - اس طرح پر مہمان کی خاطر تواضع کی - اور خود بذاتہٖ دونو خاوند بی بی بھوکے سو رہے - سبحان اللہ کیا اچھا کہا ہے - کسی کہنے والے نے * قطعہ

کریم کامل آنرا مے شناسم اندریں دوراں -
کہ گر نانے رسید از آسیائے چرخ گردانش -
ز استغنائے ہمت باوجود فقر و بے برگی -
زخود وا گیر دو سازد نثارِ بے نوایانش *

(۴) یہ اسلامی ہمدردی اور ایثار کا ہی بے مثل نمونہ تھا - کہ چند بے سرو سامان مسافروں نے اپنی حفاظتِ خود اختیاری کے لئے بدر کی لڑائی میں ایک عظیم الشان فوج پر جو بڑی شیخی اور غرور سے اِتراتی ہوئی مکّہ سے نکلی تھی - اور جن کے کانوں میں شیطان نے بمصداق آیت کریمہ پھونک دیا تھا - کہ :-

لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّي جَارٌ لَّكُمْ	آج کوئی شخص بھی تم پر غالب نہیں آسکتا - اور میں تمہارا ساتھی و مددگار ہوں *

ایسی نمایاں فتح حاصل کی جس سے اسلام کا رُعب ہمیشہ کے لئے مشرکین و کُفّار اور یہود و نصاریٰ کے دلوں میں جم گیا - وللہِ الحمد *

(۵) کیا تبوک کی لڑائی میں روانگی کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا نصف مال اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنا کل مال ایثار کر دینا کچھ کم ایثار نفس انسانی کی زندہ مثال ہو سکتی ہے ؟

اس سے بڑھ کر وہ مثال ہے - جبکہ کُفّار مکّہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کر دینا پختہ طور پر ٹھان لیا تھا - اور جب ہمارے حضرت اس باب میں وحیِ ربانی سے واقف ہو کر ہجرت کر گئے - تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُن کی چادر مبارک اپنے بدن پر اوڑھ کر اپنی جان کو نثار

کر دیا تھا۔ اب اس سے بڑھ کر ایثار کی کیا مثال ہو سکتی ہے +

(۶) یرموک کی لڑائی کا حدیفہ عدوی یوں ذکر فرماتے ہیں۔ کہ میں اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لیکر اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا۔ اس خیال سے کہ اگر اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی ہوگی تو یہ پانی اس کو پلاؤنگا۔ اور اُس کے چہرہ پر چھڑکونگا۔ اچانک وہ مجھ کو مل گیا۔ میں نے کہا "پانی پیوگے" اُس نے اشارہ سے کہا کہ ہاں۔ اُسی وقت نزدیک سے آواز آئی۔ "آہ پانی ہوتا!" مجھ کو اشارہ کیا۔ کہ اودھر لے جاؤ۔ اور اس کو پلاؤ۔ میں اُس آواز کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ہشام ابن العاص خاک وخون میں لیٹے ہیں۔ میں نے کہا پانی پیوگے؟ تو اشارہ سے کہا کہ ہاں۔ اتنے میں آواز آئی۔ "پانی" ہشام ابن العاص نے اشارہ سے کہا کہ اُدھر لے جاؤ۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھتا ہوں۔ کہ اُن کی مرغِ رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ فوراً وہاں سے لوٹ کر ہشام ابن العاص کی طرف آیا۔ دیکھا تو وہ بھی جان بحق تسلیم کر چکے ہیں۔ اور وہاں سے پھر کر جب اپنے چچازاد بھائی کو دیکھا۔ تو وہ بھی ہمیشہ کی نیند میں سو چکے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن +

حضرات! ذرا ان نفوسِ قدسیہ کے ایثار پر غور کرو۔ کہ جان کندن کے وقت بھی وہ دوسرے بھائیوں سے کس قدر گہری محبّت رکھتے تھے۔ یا ایک ہم ہیں کہ پڑوسی مسلمان مرتا مر جاوے۔ مگر اس کو پانی دینے تک روا نہیں رکھتے جب ہماری اپنی ہمدردی اور ایثار کا یہ حال ہے تو ہم دیگر قوموں کی نظروں میں کیونکر عزّت کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل ہیں۔ **نظیری**

توبخویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری + بخدا کہ واجب آمد زتو احتراز کردن

(۷) حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جب آخری وقت آپہنچا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے آپ سے پوچھا۔ کہ آپ کے کفن کے واسطے کیا انتظام ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ بس یہی دو چادریں جو میرے اوپر ہیں کفن کے واسطے کافی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کیا۔ کہ ان دو تو چادر دریں ہیں

سے ایک بہت کہنہ ہے - اس کے عوض ایک نئی خریدی جاوے - تو آپ نے فرمایا - کہ نئی چادر کا حق کسی زندہ مسلمان کو پہنچے گا - اور اس کے کام آویگا غور کیا جاوے کہ یہ مسلمانوں کے بادشاہ کے آخری وقت کے الفاظ ہیں اور واقعی ایثار نفس اسی کا نام ہے ۞

(۸) حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک دن اپنے غلام کو ساتھ لیکر کپڑا خریدنے کے لئے بازار گئے - اور دو قسم کا کپڑا خریدا - جن میں سے ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ قیمتی تھا - آپ نے قیمتی کپڑا تو غلام کو دیا - اور کم قیمت اپنے لئے رکھا - غلام نے عرض کی کہ اس کپڑے پر آپ کا حق مجھ سے زیادہ تھا - آپ نے فرمایا - کہ تم ہی زیادہ مستحق ہو - اس لئے کہ تم جوان ہو - اور میں بڈھا ہوں ۞

حاضرین! غور کرو کیا موجودہ زمانہ میں اس مثال کے برعکس عمل میں نہیں آتا - عمدہ اور اچھا کپڑا خود پہنتے ہیں - قورمہ اور پلاؤ کے خود مزے لیتے ہیں - اور پھٹا پرانا کپڑا - اور بچا کچا کھانا اور چچھوڑی ہوئی ہڈیاں اپنے نوکروں کو اور راہ خدا میں دی جاتی ہیں - حالانکہ قرآن مجید ہم کو حسب ذیل ہدایت کرتا ہے - قولہ تعالےٰ :-

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ ۝

تم ہرگز بھلائی نہ پاؤگے یہاں تک کہ وہ چیز خرچ کرو جس سے تم خود بذاتہٖ محبت رکھتے ہو - اور جو کچھ تم خدا کے راستہ میں دیتے ہو - اللہ تعالےٰ اُس کو جانتا ہے ۞

(۹) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف لائے - حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو بیمار پایا - تو حضرت علی اور فاطمۃ الزہراء کو ارشاد فرمایا - کہ کچھ للہ نذر مانو تاکہ تمہارے فرزندوں کو اللہ تعالیٰ صحت عطا فرماوے - دونو نے اقرار کیا - کہ ہم تین دن روزہ رکھینگے ۞

جب حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو بیماری سے شفا ہوئی - تو حضرت علی و فاطمۃ الزہرا دونو نے روزہ رکھا - حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کو جو محنت اور مشقت

کرنے سے کچھ جَو مل گئے تھے ۔ اُن کو پیس کر نان پکائے ۔ اور نمازِ مغرب کے وقت روزہ افطار کرنا چاہا +

اُسی وقت ایک مسکین نے دروازہ پر دستک دی ۔ کہ اے اہل بیت نبوۃ میں ایک مسکین ہوں ۔ مجھے کھانا دیجئے ۔ تاکہ خدا تعالےٰ اس نیکی کے عوض میں آپ کو نعیمِ جنّت سے مالامال کرے ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا حِصّہ اُس کے حوالہ کیا ۔ اور تمام اہل بیت نے بھی اپنے اپنے حِصّے اُس کو دیدئے اور فقط پانی پی پی کر رات بسر کی +

دوسرے دن پھر سب نے روزہ رکھا ۔ اور افطار کے وقت ایک یتیم نے آکر سوال کیا ۔ اور جس قدر کھانا تھا سب گھر والوں نے ایثار کر دیا ۔ اور آپ بھوکے سو رہے +

تیسرے دن پھر روزہ رکھا ۔ اور افطار کے وقت ایک قیدی نے دروازہ پر آکر دستک دی ۔ اور کھانا اُس قیدی کو دیدیا ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ حال معلوم ہوا ۔ تو خداوند تعالےٰ نے یہ آیات نازل کیں ۔ قولہ تعالیٰ :-

(۱) یُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُونَ یَوْماً کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْراً ۝ — وہ اپنی نذر کا وفا کرتے ہیں اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کی بُرائی پھیل جانے والی ہے +

(۲) وَیُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْناً وَّیَتِیْماً وَّاَسِیْراً ۝ (سورۃ الدھر) — اور باوجودیکہ اُن کو خود احتیاج مال کی ہے ۔ فقیروں یتیموں اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں +

(۳) اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْراً ۝ — اس کے سوا کچھ نہیں ۔ کہ ہم تم کو خاص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کھلاتے ہیں ۔ اور تم سے نہ بدلہ چاہتے ہیں نہ کسی قسم کا شکریہ +

چونکہ اس قادرِ مطلق نے ہر ایک چیز کی ضد بھی پیدا کر دی ہے یعنی جہاں گُل بھی ہے اُس کے پہلو میں خار بھی ہے ۔ دن کے مقابلہ میں رات ہے ۔ شیرینی

کے مد مقابل کڑواہٹ ہے۔ ایمان کے مقابلہ میں کفر۔ اور سعید کی ضد شقی۔ اور جہاں پر ایثار ہے۔ اُس کے پہلو میں بخل بھی ہے۔ سو اسی بنا پر جب امام حسن رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور ایثار کا دنیا میں شہرہ ہوا۔ تو یزید بن معاویہ نے امام صاحب موصوف کو لکھا۔ کہ "لَاخَیْرَ فِی الْاِسْرَافِ"[1]... حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فی البدیہہ جواب میں لکھا "لَااِسْرَافَ فِی الْخَیْرِ"[2]۔ اس جواب میں جو فصاحت اور بلاغت ہے وہ علماء ربانی پر پوشیدہ نہیں ہے +

(۱۰) سید الشہدا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما۔ مہمانوں کی جماعت کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھے تھے۔ اُن کا غلام گرم شوربے کا پیالہ لیکر مجلس میں آیا۔ اور مجلس کے رعب و دہشت سے اُس کا پاؤں فرش پر سے پھسل گیا اور وہ پیالہ سید الشہداء کے سر پر ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ اور شوربا کپڑوں پر گرا۔ حضرت حسین رضؓ نے تادیب کی رو سے غلام کی طرف دیکھا تو بیساختہ غلام کی زبان سے نکل گیا وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے غصّہ کو پی لیا۔ تب خادم نے کہا وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے معاف کیا۔ خادم نے آیۂ کریمہ کو ختم کیا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ آپ نے فرمایا۔ "جاؤ میں نے اپنے مال سے تمکو آزاد کیا" +

(۱۱) یہ ایثار کا ہی کرشمہ تھا۔ کہ چند اُونٹوں کا دودھ پینے والے بزرگوں نے ایران کی سی عظیم الشان سلطنت کو نہ صرف فتح ہی کیا بلکہ ہمیشہ کے لئے اسلامی سلطنت بنا دیا۔ جن پر ملک الشعراء فردوسی علیہ الرحمۃ باوجود خود مسلمان ہونے کے اپنے ملک کی محبت میں یوں فرماتے ہیں۔ اشعار[3]

ز شیر شتر خوردن و سوسمار	عرب را بجائے رسید ست کار
کہ تخت کیاں را کنند آرزو	تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو !

(۱۲) ایک بزرگ جن کا نام ابو زید تھا۔ فرماتے ہیں۔ کہ ایک بلخ کے نوجوان نے مجھ سے پوچھا۔ کہ تمہارے نزدیک زُہد کیا چیز ہے۔ میں نے

---

[1] فضول خرچی میں بھلائی نہیں ہے + [2] نیکی میں فضول خرچی نہیں ہوتی + [3] اُونٹوں کا دودھ پی پی کر اور سوسمار کا گوشت کھا کھا کر عرب والوں کی اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ کیانی سلطنت کی آرزو کرنے لگے ہیں ... لئے تجھ پر تف اے آسمان تجھ پر تف ہے +

جواب دیا کہ جب ہمارے پاس کچھ موجود ہو تو کھاتے ہیں۔ اگر نہ ہو تو صبر کرتے ہیں اُس نے کہا کہ بلخ میں تو کُتّے بھی ایسا کرتے ہیں۔ اور یہ کچھ بڑی بات نہیں۔ بلکہ یوں چاہیئے کہ جب کچھ نہ پاویں تو صبر کریں۔ اور پاویں تو ایثار کریں ؛

نتیجہ۔ اس قسم کی ہزاروں مثالیں اسلام کی ہسٹری[ا] کے زرّیں اوراق پر ثبت ہیں۔ مگر نہ وقت اجازت دیتا ہے نہ کسی کو سننے کی تاب ہے۔ اس لئے اُن کو الحال خدا کے حفظ و امان میں چھوڑا جاتا ہے ؛

ان مقدّس اور متبرّک بزرگان دین کی ہڈیوں کو قبروں سے نکال کر آپ کو دکھانے سے میرا اپنے معلومات ظاہر کرنا ہرگز مقصود نہیں۔ حاشا و کلاّ۔ بلکہ یہ دکھانا منظور ہے کہ ہم اُن کے قایم مقام ہیں۔ اور قایم مقام وہی بھلا ہوتا ہے جو خلف رشید ہو۔ اور اس پر یہ آیت کریمہ صادق نہ آئے۔ قولہ تعالٰے

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ الخ

پھر ان کے جانشین ہوئے اُن کے بعد بُرے جانشین کہ نماز چھوڑ دی اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی۔ پھر جلد پاویں گے بدلہ گمراہی کا ؛

اُن پاک اور مقدّس مسلمانوں نے اپنی جانوں۔ اپنے مالوں اور آرام و آسایش کو اسلام کی راہ میں ایثار کر دیا تھا جس کی بدولت اسلام نے مثل آفتاب عالمتاب تمام روے زمین کو اپنی روشن اور نورانی کرنوں سے مُنوّر کر دیا تھا۔ کہ آہستہ آہستہ اُس لاثانی گوہر ایثار پر گرد و غبار بیٹھنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ گذشتہ صدی کے نصف اخیر میں تو صرف ایثار۔ ہمدردی۔ قوم وغیرہ کا نام بھی سنائی نہ دیتا تھا۔ اور باستثناے چند نفوس قدسیہ کے ایک کا دل دوسرے سے صاف نہ تھا۔ ایک دوسرے کی تخریب کے درپے تھا۔ اگر ایک کا بس چلتا تھا۔ تو دوسرے کو ملک سے نکلوا دیتا تھا۔ یہی باعث تھا۔ کہ بہ نسبت دیگر اقوام کے مسلمان ہر بات میں ادھورے۔ ہر کام میں بیک وَرڈ[۲] ہر معاملہ میں ناقص رہ گئے تھے۔ دنیاوی معاملات میں اگر دیگر اقوام کا نقد ماپیٹر[۳] پورے

ا تاریخ ۔ ۲ پیچھے ۔ ۳ مقیاس الحرارت یا اسحہ

ایک سو درجہ پر پہنچ چکا تھا۔ تو ہم نے ابھی وہ تین درجے بھی طے نہیں کئے تھے ہمارے وہم و گمان کا یہ عالم کہ اگر کوئی خدا کا نیک بندہ ہماری بہتری کے کام ہم کو سمجھاتا تو اُس پر بدظنی سے کام لیا جاتا تھا۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے +

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ الآیہ ....

اے ایمان والو! بہت سی بدظنی سے بچتے رہو۔ بیشک بعض بدظنی کرنا گناہ (کبیرہ) ہے +

ایسے نازک اور پُرآشوب زمانہ میں ایک شخص دہلی کی خاک پاک سے پیدا ہوا اور فطرۃً ہی دردمند دل۔ قومی ہمدردی اور ایثار وغیرہ کو ساتھ لایا۔ وہ جیسا کہ مسلمانوں کا غمگسار تھا۔ ویسا ہی سرکار دولت مدار کا یار وفادار تھا۔ جب اُس نے مسلمانوں کی قوم کی وہ حالت دیکھی جو خدا کسی کو نہ دکھائے۔ تو اُس سے رہا نہ گیا۔ اور قوم کی اصلاح کے لئے کمر مضبوط باندھ کر میدان میں آیا۔ اپنا مال۔ جدّی جایداد۔ قیمتی وقت اور سب سے بڑھ کر اپنی جان قوم پر تصدّق اور نثار کر دی۔ اور عملی طور پر تمام دنیا کو جتا دیا۔ کہ ایثار نفس انسانی اور اسلامی ہمدردی اس کو کہتے ہیں۔ اُس نے اپنے بھائیوں کی اصلاح اور بنی نوع انسان کی فلاح کے اس قدر عظیم الشان کام کئے جن کا شمار کرنا احاطہ تحریر و تقریر سے باہر ہے۔ پنجاب اور ہندوستان میں جس قدر سوسائٹیاں بنیں۔ انجمنیں قایم ہوئیں قومی کالج و سکول جاری ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں۔ ان سب کا بانی مبانی وہی شخص تھا۔ اُردو لٹریچر[1] جو ہندوستان و پنجاب میں دیگر ممالک کے تعارف کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ اُسی کے مبارک قلم نے اس کی اصلاح کی وغیرہ +

مگر افسوس ہے۔ کہ دیگر اقوام نے تو اُس کی تدابیر و تجاویز سے فایدہ اُٹھایا لیکن مسلمانوں کی بدظنی اور وہم پرستی نے اس کو دم نہ لینے دیا۔ اور سوا معدودے چند کے باقی مسلمانوں نے اُس کی ہر ایک بات کو گو کہ وہ کیسی ہی قیمتی اور مفید و دل پسند تھی حقیر جان کر پاؤں تلے روندنا چاہا۔ اُس کو کافر مُرتد۔ زندیق اور ملحد کے خطاب دئیے۔ بڑے بڑے مقدس مولوی صاحبان نے

[1] علم ادب +

اُس کے مخالف کتابیں لکھیں۔ جن میں صاف طور پر بیان کیا کہ وہ کرسٹان ہوگیا ہے۔ اور انگریزوں سے ملکر مسلمانوں کو کرسٹان بنانا چاہتا ہے اگرچہ موجودہ زمانہ میں روزِ روشن کی طرح آشکارا ہو چکا ہے۔ کہ ایسی باتیں نہ صرف بے اصل تھیں بلکہ بہتانِ عظیم تھیں۔ تو بھی بقول سرسید کہ خدا اشکر خوروں کو ہر زمانہ میں شکر دیتا ہے۔ یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ چنانچہ رنگون کی سورتی مسجد کے پیش نماز جو ایک پرہیزگار اور مقدس دکھائی دیتے ہیں حال ہی میں انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام انہوں نے اسلامی تواریخ رکھا ہے اور جس میں ان سب باتوں کا اعادہ کیا ہے جن کا اوپر ذکر ہوا۔ خاکسار نے پہلے تو مولوی صاحب موصوف کی زیارت کی اور پھر اُن کی اسلامی تواریخ کو دیکھا تو خدا کی قدرت کا ایک کرشمہ نظر آیا۔ حق ہے فرمودۂ خدا۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ترجمہ سخت ہے یہ بات کہ نکلتی ہے اُن کے موہنوں سے نہیں کہتے مگر جھوٹ۔

لیکن اگر کوئی سچ پوچھے تو ان حضرات نے سرسید کا کچھ نہیں بگاڑا۔ وہ اپنا کام کر کے چلا گیا۔ اگر بگاڑا ہے تو قومی ترقی کی برق رفتار ٹرین کو جس کے تلے روڑہ آجانے سے پورے پچاس برس ترقیٔ قومی پیچھے جا پڑی۔ افسوس افسوس

حضرات! اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر اُس کا یہ عمل اخلاص سے خالی تھا۔ تو اس وقت ایم اے او کالج[1] علی گڑھ جو ایک غریب قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ کس لئے تمام ہندوستان میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ اگر فی الحقیقت وہ کافر تھا۔ تو ایسی عالی شان۔ آباد مسجد کالج کیونکر بن گئی جس کے سفید سفید منارے اُونچے سر سبز درختوں میں آٹھ آٹھ کوس سے دکھائی دیتے ہیں۔ جس میں ایک ہزار سُرخ ٹوپیوں والے طالب علم نماز پڑھتے ہیں اور شان و شوکت کے ساتھ جمعہ پڑھایا جاتا ہے۔ اگر وہ مسلمانوں کی قوم کا عاشقِ صادق نہیں تھا۔ تو کیونکر ہر برس کے برس ہندوستان کے کسی انتخاب شدہ صوبہ میں ہزاروں منتخب روزگار مسلمان جمع ہو کر اپنی قوم کی

[1] یعنی مدرسۃ العلوم لِلمسلمین علی گڑھ۔ احمد

بہتری کے رزولیوشن[1] پاس کرتے اور تجاویز سوچتے ہیں۔ جن کا چار پانچ دن ایک بڑا بھاری میلا رہتا ہے ۔

اگر وہ ولی اللہ یا صاحبِ کرامت بزرگ نہیں تھا۔ تو کیونکر متوسط درجہ کے لوگوں سے لے کر نوابوں۔ راجوں۔ مہاراجوں۔ لفٹنٹ گورنروں۔ اور گورنر جنرلوں۔ بادشاہ کابل دام ملکہ۔ شاہزادہ البرٹ دام اقبالہ تک علی گڑھ کالج میں آتے اور سر سید کی قبر کو دیکھتے ہیں ۔

یہ اسی بزرگ کی کوشش ہے کہ پنجاب۔ ہندوستان۔ سندھ وغیرہ تک ہی اسلامی اخوۃ[2] کا رستہ محدود نہیں رہا۔ انگلستان تک ہی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ بلکہ تمام اسلامی ممالک میں باہمی رابطہ اور اتحاد قایم ہوتا جاتا ہے ۔

اگر سر سید نہ ہوتا۔ تو ہم کو گورنمنٹ انگلشیہ کی اطاعت اور وفاداری کا عملی سبق کون پڑھاتا۔ اور بِدون اس کے خدا جانے مسلمانوں کا کیسا بُرا حال ہوتا۔ الحاصل۔

شبِ کوتاہ و قصہ بسیار است ۔

اس موقع پر اگر سر سید علیہ الرحمۃ کے پیارے مہدی (نواب محسن الملک مرحوم و مغفور) کا ذکر نہ کیا جاوے۔ تو سوائے اس کے کہ کافر نعمتی ہے۔ یہ اشعار کا مضمون ناقص رہ جاتا ہے۔ یہ وہ بزرگ پیر مرد تھا جس نے نہ صرف کالج کو ٹوٹنے سے ہی بچایا۔ بلکہ ایک طرح سے ترقی کے معراج تک پہنچا دیا۔ کانفرنس کو ممالک مغربی و شمالی سے نکال کر کلکتہ۔ بمبئی۔ مدراس۔ ڈھاکہ تک پہنچا دیا۔ اور تمام ہندوستان کے سربرآوردہ مسلمانوں کو باتفاق باہمی ڈیپوٹیشن[3] کی شکل میں حضور پُرنور نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں پیش کیا۔ اور آخر الامر اسلام کے عشق اور قوم کے درد میں فنافی القوم کا رتبہ پایا۔ اِنّا للہ و اِنّا اِلیہ راجعون ۔

لیکن باایں ہمہ خدمات قومی۔ اب بھی ایسے احباب موجود ہیں۔ جو لالی

[1] قرارداد ۔ [2] اخوۃ۔ بھائی چارا ۔ [3] وفد۔ سفارت ۔ احمد

بغض اور کینۂ دیرینہ کو نہیں چھوڑتے - اور اپنی تقریروں کو مذہبی رنگ میں ڈال کر قومی ترقی کے خون کا ارادہ رکھتے ہیں - اگر اس موقع پر اپنے برہما کے ملک کی تکالیف کا ذکر کروں جو مدعیان علم کی بدولت پیش آئیں تو ایک دفتر چاہیئے - ناچار اُن کو چھوڑ کر علمائے اسلام کو چند اقسام پر منقسم کرتا ہوں ٭

(۱) وہ بزرگانِ دین جن کی خداوند تعالےٰ قرآن مجید میں تعریف فرماتا ہے کہ صرف وہی خدا سے ڈرتے ہیں - وہ خود بھی قرآن مجید پر عمل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اُس پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں - نماز پڑھتے - اور خدا کے دیئے ہوئے رزق کو غریبوں یتیموں وغیرہ مستحقوں پر خرچ کرتے ہیں - اور ایسی تجارت کی اُمید کرتے ہیں جس میں ٹوٹا ہرگز نہیں ٭

(۲) عالمانِ بے عمل پر قرآن مجید اور تفاسیر میں بہت کچھ لکھا ہے میں صرف ایک حکایت پر ہی بس کرتا ہوں - جو آپ سے کئی سو برس پہلے قرانِ السعدین[1] میں درج ہے :-

حکایت عارف باکباز و ابلیس علیہ اللعنۃ

عارفے از کوہ بصحرا گذشت — دید عزازیل بدامانِ دشت
دل زِغم و وسوسہ پرداختہ — دیدہ ز نیرنگ تہی ساختہ
گفت بدو عارفِ صحرا نورد — از چہ دریں بادیۂ ہرزہ گرد
طبعِ تو آسودہ زِ وسواس چیست — ایں قدرت کندئے الماس چیست
کارِ تو در صومعہ و خانقاہ — باز چرا ماندۂ از کارگاہ
تفرقہ بخشِ صفِ طاعت نۂ — رخنہ گرِ سلکِ جماعت نۂ
در صفِ اصحاب - نہیبِ تو کو — جادوئے جبریل فریبِ تو کو
شعبدہ انگیزئے خوبت کجاست — خوے بدے عربدہ جوبت کجاست
رہزنِ دوران بدل بد سگال — طنز کناں داد جواب سوال

[1] مثنوی قرانُ السعدین حضرت امیر خسرو دہلوی کی تصنیف ہے ۱۲ منہ

کز برکاتِ عُلمائے زماں　　فارغم از کشمکش این و آں
داشت مرا باز ازیں جد و جہد　　حیلہ گری ہائے فقیہانِ عہد
یک تن ازیں طائفۂ بوالہوس　　از پئے گمراہیئے کونین بس

(۳) تیسرے قسم کے وہ مُدّعیانِ علم ہیں جو اچکن اور جاکٹ پہن کر عمامہ زیبِ سر کر لیتے ہیں۔ اور مصنوعی مولوی یا مولوی نماء بن کر خدا کے بندو کو قومی کام سے روکتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ کام ہے کہ جہاں پر دیکھا کہ ہماری قلعی کھل جاویگی۔ تو ٹکے ملنے بند ہو جاویں گے۔ ایسے مقام پر پہلے ہی مشتہر کر دیتے ہیں۔ کہ فلاں فلاں شخص ملحد اور دہریہ ہمارے ملک یا شہر میں گھس آئے ہیں۔ ان کی ایک نہ سُننا۔ اور خبردار رہنا ؞

حضرات! ایسے لوگوں نے مسلمانوں کے بہت سے بنے بنائے کام بگاڑے ہیں۔ پچھلے دنوں میں مَیں ملک برہما کی سَیر کر رہا تھا۔ اور جو جو کرتوت اس گروہ بے شکوہ کے دیکھے سُنے گئے۔ وہ قلم سے لکھے ہی نہیں جا سکتے جب میں مانڈلے[1] پہنچا۔ تو دو مثالیں جو وہاں ضرب المثل ہو رہی ہیں۔ معتمد اشخاص سے میں نے اپنے کانوں سنیں جو قابلِ عبرت ہیں ؞

(۱) ایک متموّل مسلمان نے ارادہ کیا۔ کہ مانڈلے میں ایک عالی شان مسجد بنا کروں۔ مگر مولوی نما بزرگوں نے دوسرے مسلمانوں کو بھی برانگیختہ کیا کہ وہ اکیلے کس طرح مسجد بنا سکتا ہے یا تھوڑا تھوڑا حصّہ تم بھی ڈالو۔ یا اُس کو روک دو۔ چنانچہ وہ بنائے مسجد سے روکا گیا۔ اُس نے کہا کہ اگر یہ ضِدّ ہے اور یہی اسلام کا مسئلہ ہے تو ایسے اسلام کو میرا اسلام ہے۔ چنانچہ وہ بڑھی یا پیرو بُدھ ہو گیا۔ اور اُس کی چھ لاکھ روپیہ کی جایداد بُدھ لوگوں کے بُت خانوں میں خرچ ہو رہی ہے ؞

(۲) ایک شخص بُدھ کا پیرو تھا۔ مگر بُت پرستی سے بیزار۔ اس کی صرف ایک ہی پیاری بیٹی تھی۔ جو مر گئی۔ اُس نے مسلمانوں کو کہا کہ اگر میری لڑکی کی قبر کے لئے تم اپنے قبرستان میں جگہ دو۔ تو میں مسلمان ہو جاؤنگا

[1] مانڈلے بالائی برہما کا پایہ تخت ہے ؞ احمد

اور یہی ساری جایداد کے مسلمان مالک ہونگے - لیکن مولوی شاہ حضرات نے
فتوےٰ نہ دیا - اور عیسائیوں نے اس شخص کی لڑکی کو اپنے قبرستان میں
جگہ دیدی - وہ عیسائی ہوگیا - اور اُس کی تین چار لاکھ روپیہ کی جایداد
عیسائیوں کے گرجاؤں کے کام آرہی ہے ؛

حضرات! یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے - کیا ناقص اور نکمّی تعلیم کا
نتیجہ نہیں ہے ؟ پس ایسے لوگوں کو دور سے سلام کرو - اور قومی کاموں
کو جو شروع کئے ہیں - خدا کا نام لیکر کئے جاؤ - کیونکہ خداوند تعالےٰ
ایثار سے ہی تمہارا بیڑا پار کرے گا ؛

حضرات! ایک طوفان زدہ قومی جہاز گرداب میں چکّر کھارہا
ہے - کپتان اور خلاصی لوگ سراسیمہ اور ہکّا بکّا دوڑ دھوپ میں
ہیں - مگر اُس جہاز کے مُسافر ہیں کہ اُن کے بدن پر جوں تک نہیں
رینگتی - خوبصورت اور بانکا شہر آگ سے جل رہا ہے - لیکن راجہ
صاحب ابھی تک خواب استراحت میں ہیں ؛

عالی شان گھر لُوٹا جارہا ہے - مگر مالکوں کو خبر تک نہیں ؛

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار -

غرض کہ اس وقت ہماری وُہی حالت ہورہی ہے - جو حضرت عمر رضؓ
کے عہد میں ایک وقت بغداد کی ہوئی تھی - جس کو حضرت مولانا جلال الدین
رومی قدّس سرّہ العزیز اپنی دلکش اور بے نظیر مثنوی میں رقم
فرماتے ہیں ؛

حکایت

آتشے اُفتاد در عہدِ عمر	ہمچو چوبِ خشک می خورد او حجر
درفتاد اندر بناء خانہ ہا	تا زد اندر پرّ مُرغ و لانہ ہا
نیم شہر از شعلہا آتش گرفت	آب مے ترسید ازاں و می شگفت

مشکہاے آب و سرکہ مے زدند — برسر آتش کسانِ ہوشمند
آتش از استیزہ[1] افزودے لہب[2] — مے رسید اورا مدد از صنع رب
آتش از استیزہ افزوں مے شدے — مے رسید اورا مدد از بے حدے
باعُمر کردند رُو مرد ُم شتاب — کآتش ما مے نمیرد ز آب
گفت ایں آتش از آیاتِ خداست — شعلۂ از آتشِ بخلِ شماست
آب بگذارید و ناں قسمت کنید — بخل بگذارید اگر آلِ من اید
خلق گفتندش کہ دریکشودہ ایم — ماسخی اہل فتوّت بودہ ایم
گفت ناں از بہرِ عادت دادہ اید — دست از بہرِ خدا نکشادہ اید
بہرِ فخر و بہرِ بوش[3] و بہرِ ناز — نز برائے ترس و تقویٰ و نیاز
مال تخم است و بہر شورہ مہنہ — تیغ را در دستِ ہر رہ زن مدہ
اہلِ دیں را باز داں از اہلِ کیں — ہمنشینِ حق بجو با او نشیں
ہر کسے بر قومِ خود ایثار کرد — خواجہ پندارد کہ او خود کار کرد

ایسے نازک وقت میں جبکہ ہماری غفلت اور لاپرواہی سے ہماری قوم کے ننھے اور بے کس بچے تعلیم و تربیت اور غور پرداخت کے نہ ہونے کی بدولت غیر قوموں کے ہاتھ جا رہے ہیں۔ تو ہم کو بھی خواب غفلت سے جاگنا چاہیئے۔ اور ایثار سے کام لینا چاہیئے۔ اب صرف ایک فقرہ ہی کہنا باقی ہے۔ اے اہلِ انجمن مدرسۃ القران سیالکوٹ آپ نے جو اس اسلامی کام میں کوشش کی ہے۔ وہ ہر طرح سے قابل شکر ہے۔ لیکن یہ بات ہمت اور ایثار سے بعید ہے۔ کہ جو طلباء اپر پرائمری درجہ پاس کریں وہ آپ کے بر شفقت اور کنار عاطفت سے علیحدہ ہو جائیں۔ اور کسی دوسرے درس گاہ کا منہ دیکھیں۔ آپ اپنے مدرسۃ القران کا درجہ بڑھائیں۔ تاکہ آپ کے طالب علم انٹرنس پاس کرنے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور یا اسلامیہ کالج علی گڑھ کا راستہ لیں۔ بیشک اس معاملہ میں سخت کوشش اور محنت درکار ہو گی۔ لیکن کوئی کام ہو۔ خواہ

[1] استیزہ حاصل مصدر از استیزیدن (جھگڑنا) یہاں مراد ہے بھڑکانا۔ یعنی آگ بھڑک سے بڑے بڑے شعلے نکال رہی تھی ⁂ [2] شعلہ ⁂ [3] بفتح اول کر و فر۔ خودنمائی ⁂ احمد

دینی یا دنیوی - محنت اور زر کے سواء انجام پذیر نہیں ہو سکتا ؛

عمرؒ خیام[۱] فرماتے ہیں

محنت	در دہر کسے بگُل عذارے نرسید	تا بر دلش از زمانہ خارے نرسید
	در شانہ نگر کہ تا بصد شاخ نشد	دستش بسر زلفِ نگارے نرسید
زر	زر ار چہ نہ مایۂ خردمندان است	بے سیماں را باغ جہاں زندان است
	از دستِ تہی بنفشہ سر بر زانو ست	در کیسۂ گل دہانِ گل خندان ست
ہنر	گویند کہ مرد را ہنر مے باید	یا نسبتِ عالئے پدر مے باید
	امروز چنان شدست در نوبتِ ما	کایں ہا ہمہ ہیچ ست زر مے باید

العاقبتہ بالعافیتہ

امام الدین
گجرات - (پنجاب)

[۱] عمر خیام کا ولادت گاہ شہر نیشا پور ہے - جو ایران کا مشہور شہر ہے - اس کی رباعیاں لوگوں میں بہت متداول ہیں - یہاں تک کہ اہل برطانیہ نے ایک انجمن عمر خیام کے نام پر قایم کر رکھی ہے - ماہر علوم نقلیہ و عقلیہ اور صاحب معارف ظاہریہ و باطنیہ تھا - بڑا صوفی اور حکیم مانا جاتا ہے - اسفار قدیمہ میں مسطور ہے کہ سلطان سنجر سلجوقی اور شمس الملوک دارا ئے بخارا اُس کی اتنی عزت و توقیر کرتے تھے کہ اُسے اپنے برابر تخت پر بٹھاتے تھے - ۵۱۸ھ ہجری میں تن خاکی کو خاک کے واسطے چھوڑا ؛

احمد بابا مخدومی
۲۱ - مارچ ۱۹۱۰ء